ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی

کائنات کا آغاز وار تقا: قرآنی بیانات اور سائنسی حقائق کے درمیان تطبیق کی راہ

(۲)

[''نقطۂ نظر'' کا یہ کالم مختلف اصحاب فکر کی نگارشات کے لیے مختص ہے۔ اس میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

سائنس اور مذہب میں تصادم

تاہم کائنات کی تخلیق کا مسئلہ تخلیق پسندوں اور سائنس دانوں کے مابین تصادم کا ذریعہ بن گیا ہے۔ تخلیق پسند کہتے ہیں کہ چونکہ فزکس کے قوانین ٹائم اینڈ اسپیس کے پابند ہیں، لہٰذا نقطۂ وحدانیت میں بگ بینگ کا سبب یا توان قوانین سے بالاتر کوئی محرک ہو گا یا کسی مافوق الفطرت ایجنسی نے اس کو انجام دیا ہو گا۔ جو ظاہر ہے کہ خدا کے سوا اور کوئی نہیں۔ ملحدین کہتے کہ خالق عامل یا کسی سپر نیچرل ایجنسی کو مان لینے سے مسئلہ حل نہیں ہو جاتا، تخلیق پسندوں کو جواب دینا ہو گا کہ کائنات کیسے وجود میں آئی۔ پال ڈیویز نے ان کی ترجمانی یوں کی ہے:

"A God who is invoked only to explain the big bang fails in all three criteria. Far from simplifying our view of the world a Creator introduces an additional complicating feature, itself without explanation. Second there is no way we can test the hypothesis experimentally. There is only one place where such a

God is manifested -namely the big bang, and that is over and done with. Finally the bold statement "God created the Universe" fails to provide any real explanation unless it is accompanied by a detailed mechanism. One wants to know, for example, without properties to assign this God. and precisely how he goes about creating the Universe, why the universe has the form it does, and so on. In short unless either you can provide evidence in some other way that such a God exists, or else give a detailed account of how he made the universe that even an atheist like me would regard as deeper, simple and more satisfying, I see no reason to believe in such a being."[۲۲]

”ایک خدا جس کا نام صرف بگ بینگ کی وضاحت کرنے کے لیے لیا جاتا ہے، وہ تینوں معیاروں پر پورا اترنے میں ناکام ہے۔ کائنات میں جو زبردست پیچیدگی ہے، اس میں خدا کو مان لینے سے اس میں صرف اضافہ ہی ہوتا ہے، کوئی حل نہیں ملتا۔ دوسری بات، ایسا کوئی طریقہ نہیں کہ ہم تجربے سے خدا کے مفروضے کی جانچ کر سکتے ہوں۔ یہاں صرف ایک ہی جگہ ہے جہاں ایسا خدا ظاہر ہوتا ہے اور وہ ہے بگ بینگ، جو ظاہر ہے کہ ہو چکا اور اب ختم۔ آخر میں یہ زبردست بیان کہ ”خدا نے کائنات کو تخلیق کیا“ اس وقت تک کوئی حقیقی وضاحت فراہم کرنے میں ناکام رہتا ہے جب تک کہ یہ ایک تفصیلی طریقۂ کار سے ہم آہنگ نہ ہو۔ ہر کوئی جاننا چاہتا ہے، مثال کے طور پر، اس خدا کو تفویض کی جانی والی خصوصیات کے بغیر، اور ممکنہ طور پر یہ کہ خدا کائنات کی تخلیق کیسے کرتا ہے اور کیوں، اور کائنات جس فارم میں ہے، اس میں کیوں ہے، وغیرہ۔ مختصر یہ کہ جب تک آپ اس بارے میں ایک مفصل احوال نہیں دے سکتے ہیں کہ اس نے کائنات کو کیسے بنایا کہ مجھ جیسا ایک ملحد بھی اس کو گہرا، سادہ اور زیادہ اطمینان بخش سمجھ سکے۔ مجھے اس طرح کے وجود پر یقین کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی ہے۔“

اس بحث میں بعض سائنس دانوں کی طرف سے اہل مذہب پر تیز و تند حملے کیے گئے۔ چنانچہ کارل ساگان لکھتا ہے:

"How is that hardly any major religion has looked at science

۲۲۔ بحوالہ جمشید اختر، The mind of God، ۱۰۔

and concluded, this is better than we thought, the universe is much bigger than our prophets said grander, more subtle, more elegant?

In stead they say, no, no, no my God is a little God, and I want him to stay that way A religion old or now, that stressed the magnificence of the universe as revealed by modern science might be able to draw forth reserves of reverence and ave hardly tapped the conventional faith."[۲۳]

”ایسا کیوں ہے کہ کسی بڑے مذہب کے نبی نے شاید ہی کائنات کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکالا ہو کہ یہ ہمارے خیالات سے کہیں زیادہ بہتر، کہیں زیادہ وسیع اور کہیں زیادہ نازک و پر اسرار، خوش نما اور خوب صورت ہے۔

اس کے برخلاف وہ کہیں گے کہ نہیں نہیں! میرا خدا تو چھوٹا سا ہی خدا ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ ایسا ہی رہے گا۔ مذہب قدیم ہو یا جدید، سائنس سے عیاں ہو رہی اس کائنات کی شان و شوکت اور جاہ و عظمت کو اگر اہمیت دے گا تو اس محفوظ ذخیرۂ احترام و رعب و جلال کا حق دار بن سکے گا جسے رواجی مذہب نے بمشکل ہی قابل اعتنا سمجھا ہے۔“ (کارل ساگان کے مضمون "Pol Blu Dot" کا ایک اقتباس جس کو رچرڈ ڈاکن نے اپنی کتاب "The God Delusion" میں نقل کیا ہے، اقتباس کا اردو ترجمہ ڈاکٹر محمد زکی کرمانی کا ہے)

www.javedahmadghamidi.com

اہل تخلیق جو چند بڑے بڑے اعتراضات اہل سائنس پر کرتے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ کائنات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ جتنی complexity اس میں اور جتنا بھرپور نظم Intelligent design پایا جاتا ہے، وہ بغیر کسی ذہین وجود کی مداخلت کے نہیں ہو سکتا۔

۲۔ فوسل رکارڈز میں عبوری صورتیں موجود نہیں، حالاں کہ زندہ اشیا اگر سادہ سے پیچیدہ کی طرف گئی ہیں تو تبدیلی کے مراحل کی یادہ شکلیں جن کا تغیر ابھی پورا نہیں ہوا، موجود ہونی چاہییں۔

۳۔ Cambrian age میں یکایک بڑے بڑے جانوروں کا ظہور ہوا۔

۴۔ آثاری اعضا، مثلاً اپنڈکس، عقل ڈاڑھ Pioned gland (صنوبری غدہ) وغیرہ کو کہا جاتا ہے کہ یہ انسان کے عبوری دور کے باقیات ہیں اور اب ان کا کوئی کام نہیں، مگر جدید میڈیکل سائنس یہ بتاتی ہے کہ کوئی بھی عضو بے کار نہیں ہے۔

۲۳۔ بحوالہ جمشید اختر، The mind of God ۱۳۔

اہل ارتقا ان کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں[24]:

"وہ تسلیم کرتے ہیں کہ زندگی کا ظہور ایک بڑا ہی دل چسپ معمہ ہے جس کا حل ابھی تک پیش نہیں ہو سکا ہے۔ سائنس دان اس معمہ پر کام کر رہے ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ ہم جلد ہی اس کو حل کر لیں گے۔ تھرموڈائنامکس کے دوسرے قانون کی بنیاد پر جو دلیل دی گئی ہے (یعنی انٹیلیجنٹ ڈیزائن کی) اُس کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ یہ دراصل closed system کے لیے ہے، ہمارے پیش نظر حیاتیاتی نظام closed نہیں ہے۔ فوسل رکارڈز کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ فوسل بننے کے لیے ضروری شرائط شاذ و نادر ہی پوری ہو پاتی ہیں، اِس لیے ممکن ہے کہ یہ پہیلی کبھی حل نہ ہو سکے، دراں حالیکہ ایسے متعدد فوسل دریافت ہو چکے ہیں جو ارتقائی تبدیلی کی وضاحت کرتے ہیں۔"[25]

بہر حال یہ دل چسپ بحث اہل سائنس اور اہل مذہب میں پوری شدت سے جاری ہے۔ اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق، زمین کی تخلیق اور زمین پر زندگی کی نشو و نما سے متعلق قرآن میں کیا اشارات ملتے ہیں۔

علما کا موقف

اس موضوع پر مزید آگے بڑھنے سے پہلے اس طرف اشارہ کرنا مناسب ہو گا کہ کائناتی حقائق اور مذہب کے بارے میں علما اور خاص کر برصغیر کے علما کے اصولی مواقف کیا رہے ہیں۔

اس ضمن میں علما کا ایک عام موقف تو سائنس کو مسترد کرنے کا رہا ہے، جس کی مثال میں عالم عرب میں شیخ عبدالعزیز بن باز کی کتاب "الادلۃ النقلیۃ والحسیۃ علی دوران الشمس وسکون الارض" اور ہند میں مولانا احمد رضا خان کی کتاب "نزول آیاتِ فرقان بہ سکونِ زمین و آسمان" کا ذکر کافی ہو گا۔

اگرچہ شیخ ندیم الجسر اور شیخ محمد عبدہ وغیرہ کا استثنا بھی ہے۔ ان کے علاوہ ایک اور عمومی موقف یہ سامنے آیا کہ صحیح عقل اور صحیح نقل میں تعارض نہیں ہوتا۔ ماضی میں ابن تیمیہ کی کتاب "درء تعارض العقل والنقل" اسی کی نمایندہ ہے۔ اور اگر دونوں میں تعارض پایا جاتا ہے تو نقل کو فی الجملہ عقل پر ترجیح دی جائے گی۔ حال میں مولانا تھانوی اس رجحان کی نمایندگی کرتے ہیں[26]۔ جدید علما میں ایک اور نقطۂ نظر غلام احمد پرویز نے یہ پیش کیا کہ

۲۴۔ قرآن کریم اور ارتقائے حیات کی جستجو، جمشید اختر ۱۶۷، ایویریز اکیڈمی، علی گڑھ۔

۲۵۔ قرآن کریم اور ارتقائے حیات کی جستجو، جمشید اختر ۱۶۷، ایویریز اکیڈمی، علی گڑھ۔

۲۶۔ الانتباہات المفیدۃ فی حل الاشتباہات الجدیدۃ ۷۳-۷۴۔

مذہبی متن کثیر المعنی ہوتا ہے، اس کے لغت میں زمانے کے ساتھ چلنے کی گنجایش ہوتی ہے، اگرچہ متبادر معنی چھوڑنا پڑے[۲۷]۔

سرسید احمد خان یہ کہتے ہیں کہ متن کے معنی میں ارتقا ہوتا ہے اور یوں وہ زمانے کا ساتھ دینے کے قابل ہوتا ہے۔ اس میں بھی متبادر معنی چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ ان کی اصول التفسیر اور تفسیر میں اس رنگ کو دیکھا جاسکتا ہے[۲۸]۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی اپروچ تھوڑی فلسفیانہ ہے اور اس کا مآل یہ ہے کہ مذہب، کائنات یا تمدن کے باب میں جو کچھ بھی کہتا ہے، وہ دراصل اپنے مخاطبین کے عہد سے مربوط ہوتا ہے، لہٰذا متن کا مدلول ہر دور کے لحاظ سے بدل سکتا ہے[۲۹]۔

علمانے عام طور پر ان سبھی اپروچوں کو رد کر دیا ہے اور مولانا تھانوی والی اپروچ پر قائم ہیں۔ ایک اور موقف علامہ انور شاہ کشمیری نے پیش کیا، جس کو مزید شرح و وضاحت کے ساتھ استاذ جاوید احمد غامدی نے موکد و مبرہن کر کے پیش کیا ہے کہ سائنسی حقائق قرآن کا موضوع نہیں، لہٰذا کائناتی حقائق کے بارے میں سائنسی تحقیقات کو قبول کیا جائے گا۔ مولانا کشمیری نے لکھا ہے:

القرآن قد يعتبر الواقع بحسب الحس أيضا كما أنه يعتبر الواقع بحسب نفس الأمر، فيدير الأحكام على ما هو المشهود من هذ الباب قوله "والشمس تجرى لمستقر لها" فإن جريانها مشاهد سواء كانت جارية فى الواقع بحسب نفس الأمر أولا. وهو الذي يناسب شأن القرآن، فإنه لو بنى كلامه على نفس الأمر الواقع في كل موضع لما

"قرآن کبھی واقع کو مشاہدہ کے مطابق اعتبار کر لیتا ہے اور کبھی نفس الامر کے مطابق یوں وہ انسان کے مشاہدہ کی بنیاد پر احکام کو مبنی کر دیتا ہے، چاہے حقیقت نفس الامری کچھ اور ہو، مثلاً فرمایا: "اور سورج اپنے مستقر کی طرف چلا جارہا ہے" تو یہاں سورج کا چلنا مشاہد ہے، حالاں کہ یہ ضروری نہیں کہ مشاہدہ حقیقت کے مطابق بھی ہو۔ قرآن کے لیے یہی مناسب اسلوب تھا، کیونکہ اگر وہ ہر چیز میں حقیقت نفس الامری کو

۲۷۔ مفہوم القرآن ۲۴۔

۲۸۔ التحریر فی اصول التفسیر ۷۔

۲۹۔ اسلام: اردو ترجمہ محمد کاظم ۵-۷-۴۔

آمن به كثير من البشر، فإن من فطرته الجمود على تحقيقه.[30]

ہی سامنے رکھتا تو بہت سے لوگ اس پر ایمان ہی نہ لاتے، کیونکہ انسان اپنی تحقیق پر طبعاً جمود اختیار کر لیتا ہے۔"

ظاہر ہے کہ یہاں شاہ صاحب کا موقف یہ ہے کہ قرآن کریم کائناتی مظاہر سے متعلق جو بیانات دیتا ہے، ان کا مقصود حقیقت نفس الامری کا بیان نہیں، بلکہ ان کا مقصد اخلاقی ہے اور یہ اسلوب بیان مخاطبین اولین کی فہم کا لحاظ رکھنے والا اسلوب ہے۔ ہمارے نزدیک مولانا کشمیری کا موقف ہی زیادہ مناسب اور علمی ہے۔

کائنات کی تخلیق کی مدت

قرآن کی رو سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک یوم کبھی ہمارے ہزار دن کے برابر ہوتا ہے: 'وَاِنَّ يَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّكَ كَاَلۡفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ' (الحج ۲۲: ۴۷) اور کبھی پچاس ہزار سال کے برابر 'تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ وَالرُّوۡحُ اِلَيۡهِ فِىۡ يَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهٗ خَمۡسِيۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍ' (المعارج ۷۰: ۴)۔

اصل میں یوم (دن، day) ہماری زمینی اصطلاح میں اس مدت کا نام ہے جس میں زمین اپنے محور پر ایک چکر مکمل کرتی ہے جو چوبیس گھنٹے میں پورا ہوتا ہے، اسی سے دن اور رات بنتے ہیں۔ "لسان العرب" میں ہے:

يوم: اليوم معروف مقداره من طلوع الشمس إلى غروبها والجمع أيام.[31]

خود ہمارے نظام شمسی میں مختلف سیاروں کے دن کا عرصہ مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً مرکری کے تین دن اس کے دو سال کے برابر ہیں، یعنی ڈیڑھ دن کا ایک سال ہے، وغیرہ۔ تو قرآن میں تخلیق کائنات کے چھ دن جو بیان ہوئے ہیں، ان سے مراد ہماراز مین کا دن نہیں، بلکہ مرحلہ یا Phase ہے، کیونکہ اس وقت نہ نظام شمسی وجود میں آیا تھا، نہ زمین، تو قرآن میں بیان کردہ ایام دراصل مختلف فیزز ہیں جو چھوٹے اور بڑے ہو سکتے ہیں۔ تو جب یہ فرمایا کہ 'اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ يُغۡشِى الَّيۡلَ النَّهَارَ يَطۡلُبُهٗ حَثِيۡثًا ۙ وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ وَالنُّجُوۡمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمۡرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الۡخَلۡقُ وَالۡاَمۡرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ'، "تمھارا رب وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو چھ

۳۰۔ فیض الباری علی صحیح البخاری، دار الکتب العربیۃ، بیروت ۴/ ۳۰۶۔

۳۱۔ ۱۶/ ۱۳۷۔ بحوالہ مقالات سرسید ۴/ ۷۳۔

دنوں میں پھر عرش پر مستوی ہوا، وہ رات کو دن پر ڈھانپتا ہے جو جلد جلد دن کا پیچھا کرتی ہے اور سورج اور چاند اور ستارے سب اس کے ہاتھ میں مسخر ہیں، آگاہ رہو اسی کے لیے ہے خلق اور امر، پس بابرکت ہوا جو تمام جہان والوں کا رب ہے'' (الاعراف ۷: ۵۴)، تو اس سے مراد ہماری زمین کے مروجہ ایام نہیں ہو سکتے۔

تخلیق کے چھ ادوار

بائیبل میں تخلیق کائنات کا چھ دن میں ہونا بتایا گیا اور کہا گیا ہے کہ اس کے بعد ایک دن کا آرام، یعنی یوم سبت ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں میں یوم سبت منانے کا رجحان اسی سے پیدا ہوا کہ خداوند نے ہفتہ کے چھ دن محنت کرنے کے بعد آرام کیا[۳۲]۔

سینٹ آگسٹائن نے بائیبل کی کتاب پیدایش (Book of Genesis) کے کائنات کی تخلیق کی تاریخ پانچ ہزار قبل مسیح تسلیم کی۔ (دل چسپ بات یہ ہے کہ تاریخ بھی دس ہزار قبل مسیح کے آخری برفانی دور کے اختتام سے زیادہ دور کی تاریخ نہیں ہے۔ جب ماہرین آثار قدیمہ کے مطابق تہذیب کی اصل ابتدا ہوئی تھی''۔[۳۳] یہاں یوم سے مراد ایک دور ہی ہو سکتا ہے۔ چونکہ قدیم مفسرین کو جدید کاسمولوجی کا کوئی علم نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا، تو وہ اس میں معذور تھے کہ 'فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ' سے مراد دن ہی لیں۔ (مثال کے طور پر دیکھیں: تفسیر ابوالسعود، قرطبی اور دوسری قدیم تفاسیر)۔ لیکن کئی جدید مفسرین و مترجمین، مثال کے طور پر عبداللہ یوسف علی وغیرہ تخلیق کائنات کے ضمن میں آنے والی ہر آیت میں یوم سے مراد طویل وقفہ یا قرن لیتے ہیں[۳۴]۔

'وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ'، ''ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین ساری چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کر دیا اور ہمیں کوئی تھکان لاحق نہیں ہوئی'' (ق ۵۰: ۳۸)۔ یہاں یہ بات نوٹ کی جا سکتی ہے کہ جدید کاسمولوجی ــــــ جو زمین کو ایک ذرۂ ناچیز قرار دیتی ہے ــــــ کے برعکس قرآن زمین کو اہمیت دیتا ہے اور بار بار اہتمام سے 'سَمَاوَات' (کائناتوں) کے ساتھ اس کا تذکرہ کرتا ہے۔ موریس بوکائیے کہتے ہیں کہ ''آسمانوں کے ماورا اور زمین سے باہر یہ تخلیق جس کا کئی

۳۲۔ بائبل قرآن اینڈ سائنس، موریس بوکائیے ۲۰۸۔

۳۳۔ وقت کا سفر ۲۶۔

۳۴۔ بائبل قرآن اینڈ سائنس، موریس بوکائیے ۲۱۰۔

مرتبہ ذکر آیا ہے (آیات ۴۸، ۸۷، ۸۸۔ ۴۴: ۷۔ ۱۶: ۲۱ وغیرہ)، وہ چیز ہے جس کا تصور مشکل ہے اور ان آیات کو سمجھنے کے لیے کائنات کے ماورا کہکشانی مادہ کے بارے میں انسان کے جدید ترین مشاہدات و تجربات کا حوالہ دینا پڑے گا‘‘[35] یہ ’مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ‘ جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق ایسا گیسی مادہ تھا جو ہائیڈروجن اور ہیلیم کی کچھ مقدار سے مرکب تھا اور آہستہ آہستہ گردش کر رہا تھا جس کو قرآن میں ’دُخَانٌ‘ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ گیسی مادہ زبردست اور اتھاہ ذخیرہ (سدیم) غالباً وہی ہے جس کو اِس آیت میں بتایا گیا ہے: ’اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا‘ (مادہ کی یہ بہت بڑی مقدار سائنس دانوں کے مطابق موجودہ سورج کے ایک ارب سے لے کر ایک کھرب گنا زیادہ تھی اور مرکب (رتق) تھی۔ جب (حکم خداوندی) سے اس مرکب مادہ میں انشقاق (فتق) ہوا تو اُس زبردست گیسی مادہ کے فتق اور ٹوٹ پھوٹ سے اس مادہ کے ٹکڑے ٹکڑے بگ بینگ کے ذریعے سے دور دور بکھرے اور خلا لانہایت تک پھیلتی چلی گئی اور جو ابھی تک مزید پھیلتی جارہی ہے اور ’وَاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ‘ کا منظر نامہ پیش کر رہی ہے۔ اور اسی بکھرے مادہ سے عظیم الجثہ کہکشائیں و کائناتیں (سَمَاوَات) سیارے ستارے اور دم دار تارے اور سپرنوواو غیرہ اسپیس میں پیدا ہو گئے۔ اس کے بعد ٹائم کے تصور کا ظہور ہوا۔

بہ ظاہر سورۂ حٰم السجدہ کی ان چار آیتوں میں جن میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق، زمین پر پہاڑوں کے جمانے کا بیان ہوا ہے، تخلیق کے واسطے چھ ادوار اور کہیں دو ادوار کے بیان میں ایک تضاد دکھائی دیتا ہے جس کو امام رازی اس طرح دور کرتے ہیں:

> ’’یہاں چند سوالات ہیں۔ پہلا سوال خدا نے بیان کیا کہ اس نے دنیا کو دو دنوں میں پیدا کیا اور یہ کہ ان تینوں قسموں کو دوسرے چار دنوں میں پیدا کیا اور یہ کہ اس نے آسمانوں کو دو دن میں پیدا کیا تو اس کا مجموعہ آٹھ دن ہوئے، لیکن خود خدا نے اور آیتوں میں یہ بیان کیا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔ اس سے تناقض لازم آتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ علما نے اس کا اس طرح جواب دیا ہے کہ مراد خدا کے اس قول سے ’’وقدر فيها اقواتها فى اربعة ايام‘‘ یہ ہے پہلے دو دنوں کے ساتھ ملا کر اور اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے قائل کہے کہ میں بصرہ سے بغداد گیا دس دن میں اور کوفہ کو پندرہ دن میں تو مطلب یہ ہوگا کہ دونوں کی مسافت کو ملا کر اور ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے کہ میں نے تجھ کو ایک ہزار ایک مہینے میں دیے اور کئی

۳۵۔ بائبل قرآن اینڈ سائنس، موریس بوکائیے ۲۱۰۔

ہزار دو مہینوں میں تو وہ ہزار بھی انھی ہزاروں میں داخل ہو گا اور وہ مہینا دونوں مہینوں میں۔"[36]

مفسر قرآن جاوید احمد غامدی کی تشریح کے مطابق دنیوی زندگی عارضی ہے، مگر وہ موت سے ختم نہیں ہوتی، بلکہ برزخ کے وقفہ کے بعد انسان حیات ابدی میں داخل کر دیا جائے گا۔ جنت کی وسعتوں اور درجوں کے بارے میں جو معلومات قرآن و حدیث میں آئی ہیں، وہ زمین و آسمانوں کو ختم کر کے ایک نئی دنیا اور نئی کائنات میں بدل کر اہل جنت کو بڑے بڑے باغات اور قصور فاخرہ دیے جائیں گے، وہ دراصل موجودہ کائناتوں کے ملبہ سے تیار کر دیے جائیں گے[37]۔

اس ضمن میں قرآن ایسے منتخب الفاظ استعمال کرتا ہے جن کی تفسیر و تشریح قدیم زمانے میں اس وقت کی کاسمولوجی کے مطابق کی جاتی تھی اور ان میں یہ وسعت ہے کہ ان کی نئی سائنسی تشریح بھی کی جاسکتی ہے۔ وہ ہیں:

☆ بایدیہ ید: بمعنی ہاتھ، قوت، توانائی کے معنی میں ہے: پرانے مترجمین و مفسرین اس سے مراد لیتے تھے کہ ہم نے اپنی طاقت و قوت کے ذریعے سے کائنات کو پیدا کیا۔ آج کا مفسر کہہ سکتا ہے کہ ہم نے توانائی کے ذریعے سے کائنات کی تخلیق کی۔

☆ رتق: کسی شے کو باندھنا اور ملانا، ابتدائی کمیتی اکائی۔

☆ فتق: توڑنا اور الگ کرنا، پھاڑنا۔

پرانے مترجمین اس آیت کا ترجمہ کیا کرتے تھے کہ پہلے آسمان و زمین ملے ہوئے اور یکجا تھے، پھر ہم نے ان کو پھاڑا اور جدا جدا کر دیا۔ آج اس کی سائنسی تشریح یوں کی جاسکتی ہے کہ آسمان و زمین سب ایک اکائی (singularity) یا کائناتی انڈا (Minute Cosmic Egg) یا ابتدائی ایٹم (Primal Atom) میں تھے، جس میں بے پناہ توانائی تھی۔ اور اس بے پناہ توانائی نے اس ابتدائی کمیتی اکائی کو ناقابل تصور حد تک کثیف اور گرم مقام بنا رکھا تھا۔ وہ انڈا خدا کے حکم سے اچانک پھٹا اور اس کے نتیجہ میں اِس کائنات کا مختلف الاقسام مادہ تخلیق پایا اور اس بکھرے مادے سے مختلف کہکشائیں اور کائناتیں تخلیق پائیں۔

☆ دخان: دھواں، گیس نہایت چھوٹے ذرات پر مشتمل ایک گیسی مرغولہ کے وجود کا ذکر، اس لیے کہ

۳۶۔ تفسیر کبیر ۵/ ۴۹۹، بحوالہ مقالات سرسید ۴/ ۱۸، مرتب: مولانا محمد اسماعیل پانی پتی، مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع دوم، جنوری ۱۹۸۸ء۔

۳۷۔ یوٹیوب لیکچر۔

یہی وہ چیز ہے جس کے ذریعے سے لفظ 'دخان' کی توضیح و تشریح کی جاسکتی ہے۔ دھواں عموماً ایک گیس میں جمع کم و بیش مستحکم تطبیق کی حالت میں مہین ذرات ایسے مادہ کی ٹھوس اور رقیق حالتوں پر مشتمل ہوتے ہیں جن کا درجۂ حرارت زیادہ یا کم ہوتا ہے[38]۔

☆فطر: بلا کسی نمونہ کے ابتداءً کسی چیز کو بنانا۔

☆فلق: پھاڑنا یہ 'فتق' کے ہم معنی بھی ہے اور اس کا سادہ مفہوم رات و دن کو الگ کرنا بھی ہے، جیسا کہ عام مترجمین کرتے ہیں۔ ترکی اسکالر ڈاکٹر ہلوک نور باقی نے علم اشتقاق کی رو سے لفظ 'فلق' کے متعدد معانی بیان کیے ہیں، تاہم اس لفظ کا بنیادی معنی کسی چیز کا اچانک پھٹنا اور شدید دھماکا کرنا ہے۔

تفلق: تیز رفتاری سے بھاگنے کو کہتے ہیں۔ (ایضاً) یہی معنی ہمارے موضوع کے لحاظ سے یہاں زیادہ مناسبت رکھتے ہیں[39]۔

رتق یا ابتدائی کمیتی اکائی سے پہلے کائنات میں کیا تھا؟ اس کا جواب سائنس نہیں دیتی۔ بعض سائنس دان یہ کہتے ہیں کہ اس سوال کی کوئی اہمیت نہیں، کیونکہ یہ سائنس کا نہیں، فلسفہ کا سوال ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ اس بات کا امکان ہے کہ ہمیں اس کا پتا چل جائے کہ بگ بینگ سے پہلے کیا تھا؟ بعض نے کہا ہے کہ بگ بینگ سے پہلے یہ تمام خلا گیسوں کے زبردست بادلوں سے بھرا ہوا تھا۔ خود اسٹیفن ہاکنگ یہ کہتا ہے کہ ''کائنات کی ابتدائی صورت حال کا سوال بعض سائنس دانوں کے نزدیک مابعد الطبیعات یا مذہب کا معاملہ ہے''[40]۔

مذہب اس سوال کو یوں حل کرلے گا کہ خدا نے جس وقت چاہا کائنات کو پیدا کر دیا اور اس کا طریقہ یہ اپنایا جو قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ:

اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ. (مریم ۱۹: ۳۵)

''جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو اُسے صرف یہی حکم دیتا ہے کہ ''ہو جا'' پس وہ ہو جاتا ہے۔''

تخلیق کے بارے میں مولانا آزاد کی رائے

۱۔ آسمان و زمین کی پیدایش ایک ایسے مادہ سے ہوئی جسے قرآن 'دُخَانٌ' سے تعبیر کرتا ہے: 'ثُمَّ اسْتَوٰٓی

۳۸۔ موریس بوکائیے ۲۱۵۔

۳۹۔ وقت کا سفر ۳۰۔

۴۰۔ قادری، تخلیق کائنات ۷۷۔

اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ'(حٰم السجدہ ۴۱: ۱۱)، دخان کے معنی دھویں کے ہیں یا ایسی بھاپ کے جو اوپر چڑھی ہوئی ہو۔

۲۔ یہ مادہ دخانیہ ابتدا میں ملا ہوا تھا، الگ الگ نہ تھا۔ پھر اُس کے مختلف حصے ایک دوسرے سے جدا کر دیے گئے اور ان سے اجرام سماویہ کی پیدایش ظہور میں آئی: 'اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا' (الانبیاء ۲۱: ۳۰)۔

۳۔ یہ تمام کائنات بہ یک دفعہ ظہور میں نہیں آگئی، بلکہ تخلیق کے مختلف دور یکے بعد دیگرے طاری ہوئے۔ یہ دور چھ تھے، جیسا کہ آیت زیر بحث میں ہے۔

۴۔ سات ستاروں کی تکمیل دو ادوار میں ہوئی: 'فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ'(حٰم السجدہ ۴۱: ۱۲)۔

۵۔ زمین کی پیدایش دو ادوار میں ہوئی: 'قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ط ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ'(حٰم السجدہ ۴۱: ۹)۔

۶۔ زمین کی سطح کی درستی اور پہاڑوں کی نمود اور قوت نشوونما کی تکمیل بھی دو ادوار میں ہوئی اور اس طرح یہ چار دور ہوئے: 'وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ط سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ'(حٰم السجدہ ۴۱: ۱۰)۔

۷۔ تمام اجسام حیہ، یعنی نباتات و حیوانات کی پیدایش پانی سے ہوئی: 'وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ' (الانبیاء ۲۱: ۳۰)۔

۸۔ انسان کے وجود پر بھی یکے بعد دیگرے مختلف حالتیں گزری ہیں: 'وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا'(نوح ۷۱: ۱۴)۔

ان تمام اشارات کا ماحصل بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں مادہ دخانی تھا، پھر اس میں انقسام ہوا، یعنی بہت سے ٹکڑے ہو گئے، پھر ہر ٹکڑے نے ایک کرہ کی شکل اختیار کر لی اور اُسی کے ایک ایک ٹکڑے سے زمین بنی۔ پھر زمین میں کوئی ایسی تبدیلی واقع ہوئی کہ دخانیت نے مائیت کی شکل اختیار کر لی، یعنی پانی پیدا ہو گیا۔ پھر خشکی کے قطعات درست ہوئے، پھر پہاڑوں کے سلسلے نمایاں ہوئے۔ پھر زندگی کا نمو شروع ہوا اور نباتات ظہور میں آ گئیں۔ موجودہ زمانے میں اجرام سماویہ کی ابتدائی تخلیق اور کرۂ ارض کی ابتدائی نشوونما کے جو نظریے تسلیم کر لیے گئے ہیں، یہ اشارات بظاہر ان کی تائید کرتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو ان بنیادوں پر شرح و تفصیل کی بڑی بڑی عمارتیں اٹھا سکتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا کرنا صحیح نہ ہو گا۔... قرآن کا مقصود ان اشارات سے تخلیق

عالم کی شرح و تحقیق نہیں ہے خدا کی قدرت و حکمت کی طرف انسان کو توجہ دلانا ہے"[41]۔

بگ کرنچ یا عظیم تباہی اور نئی کائنات کا ظہور

جیسا کہ اوپر گزرا کہ کائنات کے آغاز وارتقا کے بارے میں متعدد تھیوریوں اور نمونوں میں بگ بینگ کی تھیوری آرنو پینزیاس، رابرٹ ولسن اور ایڈون ہبل نے پیش کی اور اب تقریباً تمام سائنس دان اس پر متفق ہو چکے ہیں کہ کائنات کے آغاز سے متعلق اب تک کی سب سے بامعنی ممکنہ تھیوری یہی ہے جس سے تمام واقعات کی ممکنہ توجیہ کی جاسکتی ہے۔ مختلف نمونوں میں یہی زیادہ قابل قبول ثابت ہوا ہے۔ عبد الستار منہاجین اس کی مزید وضاحت کرتے ہیں: ''عظیم دھماکے کا نظریہ اس بات کو بھی لازم قرار دیتا ہے کہ کائنات کا اختتام ہو جب تمام تر مادۂ کائنات آپس میں ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گا''[42]۔ یہ عظیم سانحہ آج سے تقریباً ۶۵ ارب سال بعد وقوع پذیر ہو گا۔ سائنس کے مطابق کائنات الٹی سمت میں بھاگ رہی ہے۔ تمام کائنات اور باقی مادہ ۱۸ ارب سال کے چکر میں اُس صفر سیکنڈ پر قریب قریب غالب آتے ہوئے جو 'کائناتی احتراق'' لمحہ ہے، اُسی لمحے کی طرف جارہا ہے جہاں سے اس کائنات کی اولین تخلیق عمل میں آئی تھی۔

اسٹیفن ہاکنگ نے لکھا ہے:

> ''اگر کائنات پھیل رہی ہے تو اس کی کوئی طبیعی وجہ بھی ہو گی اور اس پھیلاؤ کی ابتدا بھی ضرور ہوئی ہو گی۔ کوئی چاہے تو یہ سوچ سکتا ہے کہ خدا نے کائنات کو بگ بینگ کے لمحے میں تخلیق کیا ہے۔ یا پھر اس کے بعد اس طرح بنایا ہو کہ ہمیں یہ تاثر ملے کہ اس کا آغاز بگ بینگ سے ہوا ہے۔ مگر یہ فرض کرنا تو بہر صورت بے معنی ہو گا کہ اسے بگ بینگ سے پہلے تخلیق کیا گیا تھا۔ پھیلی ہوئی کائنات خالق کو خارج از امکان قرار نہیں دیتی، مگر وہ یہ حدود ضرور مقرر کرتی ہے کہ یہ کائنات اس نے کب بنائی ہو گی۔''[43]

یہ اقتباس بتاتا ہے کہ یہ کتاب لکھتے وقت اسٹیفن ہاکنگ خدا کے وجود پر یقین رکھتا تھا۔ سائنس دان جان ویلز کا کہنا ہے کہ اگر کائنات بلیک ہول سے طبیعاتی قوانین کے مطابق متصادم ہو کر تباہ ہوئی تو نئی جیومیٹری کے

۴۱۔ ابو الکلام آزاد، تفسیر ترجمان القرآن، ۲/ ۲۳۱-۲۳۲، اسلامی اکادمی، لاہور۔

۴۲۔ وقت کا سفر ۳۰۔

۴۳۔ وقت کا سفر ۲۸۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ساتھ اس کے دوبارہ وجود پذیر ہونے کے پورے امکانات موجود ہیں۔ سائنس کی زبان میں اس کو بگ کرنچ (Big Crunch) کہا جاتا ہے۔

یہ بگ کرنچ ایک اور نئے بگ بینگ کا باعث بن سکتی ہے، جس کے نتیجہ میں ناقابل اختتام کائناتی پھیلاؤ یا چکر دار کائنات (Oscillating Universe) کی صورت میں ظاہر ہو گا۔ کیا قرآن کی آیات میں ہم اس کو trace کر سکتے ہیں؟ ڈاکٹر طاہر القادری کا جواب اثبات میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ 'يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ'، ''اُس دن ہم (ساری) کائنات کو اس طرح لپیٹ دیں گے، جیسے لکھے ہوئے کاغذ کو لپیٹ دیا جاتا ہے، جس طرح ہم نے کائنات کو پہلی بار پیدا کیا تھا، ہم (اس کے ختم ہو جانے کے بعد) اُسی عمل تخلیق کو دہرائیں گے۔ یہ وعدہ پورا کرنا ہم نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ ہم یہ (اعادہ) ضرور کرنے والے ہیں'' (الانبیاء ۲۱: ۱۰۴) [۴۴]۔ کم از کم ایک آیت اور ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہم ان آسمان وزمین کو بدل کر دوسرے آسمان وزمین وجود پذیر کر دیں گے: 'يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ'، ''جس دن (یہ) زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی اور جملہ آسمان بھی بدل جائیں گے اور سب لوگ اللہ کے روبرو حاضر ہوں گے جو سب پر غالب ہے'' (ابراہیم ۱۴: ۴۸)۔ اس سے یہ سائنسی حقائق ثابت ہوتے ہیں۔

اسٹیفن ہاکنگ بھی کائنات کے ممکنہ اختتام کو مانتے ہیں ایک جگہ اس نے لکھا:

> ''میں نے یہ بتایا کہ آئن اسٹائن کے عمومی نظریۂ اضافت کے مطابق کائنات کا آغاز ہونا ضروری ہے اور ممکنہ طور پر اس کا ایک انجام ہے۔''[۴۵]

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۴۴۔ تخلیق کائنات، طاہر القادری ۱۵۳۔

۴۵۔ وقت کا سفر ۲۸۔